بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالمُرْسَلِين نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی ایک حدیث کی روشنی میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی جامع اور مختصر نصیحت :

01. الوَصِيَّةُ الصُّغْرَى (حصہ اوّل)

آج کی نشست ایک خاص نشست ہے اور **مختصر دورۂ علمیہ** ہے اور موضوع جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں "الوصيّة الصغرىٰ" شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا چھوٹا سا رسالہ ہے لیکن اس کے کانٹینٹ (Content) کے اعتبار سے اور جو وصیت کے الفاظ ہیں جو جملے ہیں بڑے کمال کے ہیں اور بڑے عظیم ہیں، اس رسالے کی شرح سے پہلے مقدمے کے طور پر میں تین باتیں بیان کرتا ہوں اور پھر ان شاءاللہ اس پیاری وصیت پر بات کرتے ہیں۔

-مقدمے پر پہلی بات مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مختصر تعارف۔

-پھر اس وصیت کا مختصر سا تعارف کہ یہ وصیت کیا ہے اور کیوں ہے۔

-اور پھر شرح کا طریقہ کیا ہو گا میرا۔

1-شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد السلام المعروف ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ اس رسالے کے مصنف ہیں:

(۱)ان کی ولادت سن 661 ہجری میں ہوئی، اپنے زمانے کے پائے کے عالم گزرے ہیں اور انہوں نے علمی اور عملی جہاد بھی دونوں کیے ہیں کیونکہ تاتار کا زمانہ تھا (تاتاریوں کا)۔اہل بدعت کے خلاف انہوں نے قلم سے جہاد کیا علم سے جہاد کیا اور اہل کفر کے خلاف انہوں نے تلوار سے بھی جہاد کیا۔

(۲)زیادہ تر زندگی علم اور تعلیم میں گزری اور قید خانے میں گزری۔

(۳)ان کے دروس اور تدریس کا جو ایک خاص طریقہ ہے اُس میں آپ کو علم کا نور نظر آتا ہے جس میں قرآن اور سنت اور فہم السلف الصالحین اور منہج السلف الصالحین کا جو اہتمام کیا ہے وہ بے مثال ہے، اکثر تصنیفات میں آپ کو عقیدے کا نور آئے گا۔

(۴)اور یہ خوبی بھی آپ کو نظر آئے گی کہ ردود کے تعلق سے انہوں نے اہل کفر، اہل نفاق، اہل بدعت کا کھل کر رد کیا ہے، جتنے بھی بدعتی گروہ موجود تھے اُن کے زمانے میں یا اُس سے پہلے تقریباً تمام کے ردود آپ کو ملیں گے مختصر الگ سے ملیں گے اور مفصل و موسع الگ سے ملیں گے آپ کو۔

مخالفین بہت زیادہ تھے کیونکہ جب مخالفین اہل بدعت اہل نفاق کے پاس جب کوئی علمی جواب نہیں ہوتا تو پھر وہ زبان درازی اور انتقام پر اتر آتے ہیں اور تہمتیں لگاتے ہیں جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہیں اور شیخ الاسلام کی اکثر زندگی کا جو حصہ ہے وہ قید خانے میں گزرا ہے، اُن کی بڑی پیاری بات جو اُن سے بہت معروف اور مشہور ہے فرماتے ہیں:

"یہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میری جنت میرے سینے میں ہے میں جہاں بھی جاؤں میرے ساتھ ہے، قید میرے لیے خلوت ہے جلاوطنی میرے لیے سیر وسیاحت ہے اللہ تعالی کے دین کی میں تبلیغ کرتا ہوں، قتل میرے شہادت ہے یہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"

کتنے کمال کی باتیں ہیں:

(۱) قید خلوت: یعنی ربّ کے ساتھ مجھے فرصت مل جاتی ہے، عبادات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں خلوت ہے۔

(۲) جلاوطن کر دیتے ہیں یہاں پر منع کر دیتے ہیں دروس اور تدریس سے اللہ تعالیٰ کے دین کی نشر واشاعت سے تبلیغ سے دعوت سے تو دوسری جگہ جہاں پر جلاوطن کرتے ہیں وہاں پر شروع کر دیتا ہوں؛ سیر وسیاحت ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچانا ہے دعوت اور تبلیغ ہے۔

(۳) قتل کر دیتے ہیں تو شہادت ہے۔

(۴) تو میری جنت میرے سینے میں ہے۔ اب ایسے انسان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے بتائیں مجھے؟!

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی وفات سن 728 ہجری میں ہوئی اور بہت عظیم علمی خزانہ چھوڑ کر گئے ہیں (یہ بات بہت اہم ہے کہ بہت بڑا علمی خزانہ چھوڑ کر گئے ہیں)؛ اُس وقت اُن کے بعض شاگردوں نے اُن سے پوچھا کہ امام صاحب آپ اتنا کچھ لکھتے ہیں اور یہاں پر آپ کو سننے والا کوئی نہیں ہے سب آپ کے مخالفین ہیں تو لکھنے کی ضرورت کیا ہے؟

قسم کھاتے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ منہج الانبیاء ہے دعوت الانبیاء ہے یہ نہیں مانیں گے ان کی نسلیں مانیں گی۔ اور وہی ہوا ہے (سبحان اللہ) کہ آج کئی صدیاں گزر گئی ہیں دنیا میں خود نہ رہے لیکن علمی خزانہ چھوڑ کر گئے ہیں اُن میں سے یہ رسالہ جو ہے ایک جھلک ہے چھوٹی سی۔

2-دوسری بات مقدمے کے طور پر کہ یہ جو وصیت ہے الوصیّۃ الصغریٰ جو ہے یہ کیا ہے؟

یہ خاص وصیت ہے خاص شاگرد کے لیے، اُن کے ایک شاگرد ہیں اُن سے علمی استفادہ حاصل کیا ہے وقتی طور پر (یہ کمال بھی دیکھیں آپ!)، چند ملاقاتیں ہوئیں لیکن شیخ الاسلام کے علم اور انداز بیان کو دیکھ کر اُن سے وصیت طلب کی ہے۔

(وصیت خاص نصیحت ہوتی ہے جس میں خاص الفاظ ہوتے ہیں ایسی چیزیں جو انسان کی دنیا اور آخرت کا بھلا کر دیں)۔

شاگرد کا نام ہے جیسا کہ آپ کے پاس یہ متن موجود ہے **"أبو القاسم بن یوسف بن محمد التجیبی السبتی المغربی"**؛ مغرب کے ہیں انہوں نے نصیحت اور خاص وصیت اپنے استاد سے طلب کی جس میں انہوں نے چار چیزوں کا ذکر کیا ہے جو ہر طالب علم اور ہر خاص وعام کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ بہت ضروری ہیں خصوصی طور پر طالب علم کے لیے۔

1-سب سے پہلے انہوں نے یہ وصیت طلب کی گزارش کی کہ میرا دین اور دنیا کیسے درست ہوں؟

2-دوسرے نمبر پر، ایسی کتاب جس پر میرا اعتماد ہو خصوصی طور پر علم حدیث پر اور عمومی طور پر دیگر علوم شرعیہ کے لیے؟

3-تیسرے نمبر پر، فرائض کے بعد وہ کون سے صالح اعمال ہیں جو سب سے افضل ہیں؟

4-اور چوتھے نمبر پر، میرے لیے سب سے بہترین کسب کیا ہے روزگار کے لیے؟ میرے لیے کون سا روزگار بہتر رہے گا؟

اور یہ بھی گزارش کی ہے کہ مختصر ہو اور اشارہ ہی کافی ہے (کیونکہ سمجھدار کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے نا کیونکہ پتہ ہے کہ بات لمبی ہو جائے گی ہمیشہ کی طرح اگر وقت نہیں ہے تو مختصر ہو اور اشارات بھی ہوں میرے لیے کافی ہیں)۔

3-مقدمے میں تیسری بات کہ میری شرح کا طریقہ۔

کیونکہ بڑا عظیم اور پیارا رسالہ ہے میں شرح تو نہیں کر سکتا تھوڑے سے وقت میں، میں اہم تعلیقات کروں گا اہم باتیں اردو میں، عربی عبارت پوری نہیں پڑھوں گا میں لفظی ترجمہ نہیں کروں گا میں کیونکہ ایک ایک لفظ پڑھ کر ترجمہ کرنا کافی لفظ لگتا ہے اُس میں تو لفظی ترجمہ نہیں کروں گا میں جملوں کا جو معنی ہے وہ بیان کروں گا، اور جو نصوص ہیں قرآن اور سنت کے جو دلائل ہیں وہ میں عربی میں پڑھوں گا اور اُن کا ان شاء اللہ ترجمہ بھی کروں گا مختصر شرح کے ساتھ اور میں کوشش کروں گا کہ تھوڑے سے وقت میں جتنے ہم زیادہ فائدے حاصل کر سکتے ہیں اس پیارے رسالے سے ہم کر لیں۔

اس نصیحت کی اور اس پیاری وصیت کی ابتداء جو ہے اُبوالقاسم بن یوسف بن محمد التجیبی کہتے ہیں کہ میں نے:

"الشيخ الفقيه الامام الفاضل العالِم بقية السلف وقدوة الخلف المبدع المغرب ، المغرب المفصِح أعلم من لقيت ببلاد المشرق والمغرب؛ تقي الدّين أبو العباس أحمد بن تيمية رحمه الله"۔

چند جملے اپنے استاد کی تعریف میں بیان کیے ہیں کہ عالم ہیں فاضل ہیں بقیۃ السلف ہیں (سلف کے آخر میں سے) قدوۃ الخلف ہیں (خلف کے مقتدی ہیں)، مبدع ہیں مغرب ہیں، مغرب المفصح یعنی اپنی بات کو بہترین انداز میں کمال کی عجب باتیں کرنے والے، مشرق اور مغرب میں ایسا میں نے عالم نہیں دیکھا کیونکہ انہوں نے مختلف جگہوں کی سیر کی اور کافی لوگوں سے ملاقات ہوئی، کہتے ہیں کہ میں نے وصیت طلب کی ہے جس سے میری دین اور دنیا کی صلاح ہو (اور یہاں پر دین کو مقدم کیا دنیا پر)۔

ہماری فکر دنیا کی ہوتی ہے اور طالب علم کی فکر دین کی پہلے ہوتی ہے کیونکہ دین کے بہتر ہونے سے دنیا بھی بہتر ہو جاتی ہے، اگر صرف دنیا بہتر ہے تو دین کا بہتر ہونا لازمی نہیں ہوتا، جس کا دین بہتر ہو جائے تو دنیا اور آخرت دونوں اُس کی سنور جاتی ہیں۔

تو سب سے پہلے کہتے ہیں کہ میں نے وصیت طلب کی ہے اپنے استاد سے جس سے میرے دین اور دنیا کی صلاح ہو بہتری ہو اور میرے لیے رہنمائی کریں کسی ایسی کتاب کے لیے جو میرے لیے اعتماد ہو علم حدیث میں اور اس کے علاوہ بھی جو علوم شرعیہ ہیں اور مجھے تنبیہ کریں کہ "افضل الاعمال الصالحة بعد الواجبات" فرائض کی ادائیگی کے بعد اعمال صالحہ میرے لیے افضل کون سے ہیں اور پھر مجھے بتائیں کہ میرے لیے "ارجح المكاسب" سب سے بہترین روزگار اور معاش کا طریقہ کیا ہے اور یہ سب ایماء اور اختصار کی بنیاد پر ہو تو میرے لیے کافی ہے، "اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت فرمائے"۔ یہ مختصر سا سوال ہے اور گزارش ہے اس عظیم شاگرد کی اپنے عظیم استاد سے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ بحر العلوم اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جواب میں فرماتے ہیں: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝١﴾ (الفاتحة:1)

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے اس وصیت کی ابتداء کی ہے، فرماتے ہیں کہ جس وصیت کے تعلق سے آپ نے مجھ سے سوال کیا ہے اور طلب کیا ہے تو میں نہیں جانتا کوئی بھی ایسی وصیت جو زیادہ نفع بخش ہو اللہ تعالیٰ کی وصیت سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت سے (اللہ تعالیٰ اور اللہ

تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو وصیت ہے اُس سے بہتر اُس سے نفع بخش کوئی وصیت میں نہیں جانتا لیکن کس کے لیے؟) جو اسے سمجھے اور اُس کی اتباع کرے۔

وصیت کو صرف لیا نہیں جاتا وصیت پر عمل کرنے سے پہلے اُسے اچھی طرح سمجھا بھی جاتا ہے یہ بہت ضروری بات ہے اور جب بات ہوئی وصیت کی تو سب سے عظیم وصیت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے۔ سب سے زیادہ نفع بخش وصیت اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح احادیث میں ہمیں ملتی ہے، اللہ تعالیٰ کی وصیت کے لیے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے یہ آیت بطور دلیل پیش کی ہے سورۃ النساء آیت نمبر 131 میں: "قال تعالیٰ": اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾ إلي آخر الآية (النساء:131)

اور یقیناً ہم نے وصیت کی ہے اُن کو جن کو کتاب دی گئی (یعنی اہل کتاب): ﴿مِن قَبْلِكُمْ﴾ آپ لوگوں سے پہلے۔

﴿وَإِيَّاكُمْ﴾: اور تمہیں بھی۔

کیا وصیت ہے؟ ﴿أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾: اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا راستہ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو یہ عام ترجمہ ہم کرتے ہیں: ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾: اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور تقویٰ کا جو مفہوم ہے جیسے آگے بیان ہوگا شیخ الاسلام خود بیان کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ وسیع ہے لیکن لفظی ترجمہ ہم کرتے ہیں تقویٰ کا "اللہ تعالیٰ کا ڈر": ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾: اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو وصیت کی ہے سیدنا معاذ کے لیے، سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں عظیم صحابی ہیں جب اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو یمن کی طرف بھیجا تو خاص وصیت کی اور یہ وصیت ہم سب کے لیے ہے۔ ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾: سب سے پہلے، اللہ کی طرف سے قرآن مجید میں کئی مقامات پر ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ ہے، جمعہ کے دن جمعہ کے خطبے میں سب سے زیادہ ذکر تقویٰ کا ہوتا ہے خطبے کی ابتداء بھی یہیں سے ہوتی ہے اور انتہا بھی اسی پر ہوتی ہے لیکن اس لیے میں نے کہا ہے کہ شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ الاسلام): "لمن عقلها واتبعها" یہ بہت ضروری ہے۔

ہم سنتے ہیں سمجھتے شاید کم ہیں اور اتباع بھی ہماری کمزور ہوتی ہے، عمل اور اتباع ہماری تب مضبوط ہوتی ہے جب ہمارا سمجھنا مضبوط ہوتا ہے اور صحیح ہوتا ہے۔

سیدنا معاذ کو جو وصیت کی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرماتے ہیں:

"يَا مُعاذِ! اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الحسنةَ تَمْحُهَا، وخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

چند الفاظ ہیں کمال کے الفاظ ہیں! اس وصیت کو نصب العین بنالیں آج سے۔

سوال کیا ہوا تھا؟ دین اور دنیا کو درست کرنا ہے۔ اصلاح اگر چاہتے ہیں دین اور دنیا کو بہتر کرنا چاہتے ہیں چند الفاظ سن لیں:

1-"یَا مُعاذِ!اتَّقِ اللهَ حَیْثُمَا کُنْتَ"(تم جہاں پر بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تقویٰ کا راستہ اختیار کرتے رہو)۔

ہر آن میں ہر وقت میں ہر جگہ پر:"حَیْثُمَا کُنْتَ":"سراًو علاً":ہر وقت میں ہر آن میں۔

2-"وأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحسنةَ تَمْحُهَا":اور گناہ کو بُرائی کو نیکی سے بدل دو۔

بُرائی کے بعد نیکی فوراً کرو،"تَمْحُهَا":اُسے مٹادے گی، گناہ کو نیکی مٹادے گی۔

3-تیسری بات:"وخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ":اور لوگوں کے ساتھ بہترین حسن اخلاق سے پیش آؤ(حسن خُلق)۔

مزید تفصیل آگے آئے گی کیونکہ یہی وصیت جو ہے اصل وصیت ہے اس پورے رسالے کی اب سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو وصیت کی ہے اس کی اہمیت کیا ہے؟ سیدنا معاذ کی اہمیت سے پتہ چلتا ہے کہ اس وصیت کی اہمیت کیا ہے۔

سیدنا معاذ کون ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کا کیا مقام ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں بہت بلند درجہ اور منزلت پاتے تھے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"يَا مُعَاذُ! وَاللهِ! إِنِّي لَأُحِبُّكَ"(اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں)۔ کتنا بڑا شرف ہے! ہم سب اللہ سے اور اللہ کے رسول سے محبت کرتے ہیں اچھی بات ہے یہ بھی شرف ہے بڑی بات ہے اس سے بڑا شرف اس سے بڑی عزت کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود گواہی دیں کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں اور قسم کھا کر:"يَا مُعَاذُ! وَاللهِ!إِنِّي لَأُحِبُّكَ"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی عام شخص سے محبت کرتے ہیں یا کوئی خاص شخص ہے؟اور مکمل حدیث پتہ ہے؟

صحیح مسلم کی حدیث ہے معروف حدیث ہے یہ بیان کرنے کے بعد کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں فرماتے ہیں:

"نماز کے آخر میں یہ الفاظ کبھی نہ چھوڑنا" کون سے الفاظ ہیں؟"اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ": یہ مکمل حدیث ہے۔

تو پہلا درجہ مقام سیدنا معاذ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کتنا بلند ہے کہ قسم کھا کر فرماتے ہیں میں آپ سے محبت کرتا ہوں، یہ کافی شرف ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا معاذ کو اپنے ساتھ سواری پر سوار بھی کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا:

"أَنَّهُ أَعلَمُ الأُمَّةِ بِالحَلَالِ وَالحَرَامِ": جیسے حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا معاذ جو ہیں(ترمذی کی حدیث میں)امت میں سب سے زیادہ حلال اور حرام کا علم رکھنے والے۔یہ بڑی منقبت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود گواہی دیں ایک صحابی کے لیے، لمبی حدیث ہے مختلف صحابہ کا اس میں ذکر ہے اور سیدنا معاذ کے تعلق سے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سیدنا معاذ کا حشر جو ہو گا علماء سے ایک قدم آگے ہو گا(دیکھیں دنیا کے علماء جمع کر لیں آپ اُن سے ایک قدم آگے سیدنا معاذ کھڑے ہوں گے یہ علم ہے اُن کا)۔ اس روایت کو علامہ البانی نے صحیح فرمایا ہے۔

اور سیدنا معاذ کی فضیلت میں سے یہ فضیلت بھی ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا معاذ کو دعوت اور تبلیغ کے لیے اور فقہی عالم بنا کر مفتی بنا کر اور حاکم بنا کر اہل یمن کی طرف بھیجا ہے (یمن کی طرف بھیجا ہے ساتھ دعوت اور تبلیغ مفتی بنا کر اور حاکم بنا کر بھیجا ہے کہ فیصلہ آپ کریں گے)۔

اور ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی تشبیہ دیا کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام امام الناس ہیں لوگوں کے امام ہیں مقتدیٰ ہیں اور یہ بات جو ہے یہ حدیث میں نہیں آئی ہے میں یہ وضاحت کردوں شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکہ "وكان يشبهه بابراهيم الخليل عليه السلام" یہ ضمیر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جا رہا ہے کیونکہ اوپر سیاق اور سباق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے۔

حدیثیں جو گزری ہیں سیدنا معاذ کی فضیلت میں وہ احادیث ہیں لیکن یہ جو ہے کہ تشبیہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سے دیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث اس میں ثابت نہیں ہے ہاں یہ بات درست ہے جو اگلے جملے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود کہا کرتے تھے یہ بات اُن سے ثابت ہے، فرماتے ہیں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہیں:

"كان امة قانتاً لله حنيفاً ولم يك من المشركين"۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے کس کے لیے بیان کیے قرآن مجید میں؟ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معاذ جو ہیں بے شک امت تھے اکیلے اتنے علم میں یعنی منفرد تھے اتنی بڑی حیثیت رکھتے تھے علمی مقام رکھتے تھے: "قانتاً" (یعنی بہت ہی فرمانبردار طاعت میں) "لله" (اللہ تعالیٰ کے لیے) "حنيفاً" (بالکل الگ شرک سے دور) "ولم يك من المشركين" (مشرکین میں سے نہ تھے)۔ یہ تشبیہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ یہ الفاظ کیوں بتا رہے ہیں؟ کہ وصیت جو میں تمہیں بتا رہا ہوں یہ عام وصیت نہیں ہے اس وصیت کا مقام بلند ہے کیونکہ سیدنا معاذ کا مقام بلند ہے۔ آپ جب اپنے کسی پیارے کو نصیحت کرتے ہیں اور سب سے پیارے کو نصیحت کرتے ہیں تھوڑا سا فرق ہوتا ہے نا، جس کا مقام زیادہ اُس کے لیے زیادہ وقت زیادہ اہم باتیں اور جس کا مقام تھوڑا کم ہوتا ہے اس کے لیے اتنی باتیں ہوتی ہیں نا؛ تو یہ وصیت اتنی زیادہ اہمیت رکھتی ہے جسے ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ہمیں کہاں سے پتہ چلے گا؟ سیدنا معاذ کی فضیلت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں مقام سے پتہ چلے گا کیا حیثیت رکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں۔

تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت اُن کو کی ہے تو اس سے پتہ چلا کہ ایک جامع وصیت ہے اور یہ اسی طریقے سے بالکل جامع ہے اُس کے لیے جس نے اس کو سمجھا ہے اور یہ قرآن کی وصیت کی تفسیر ہے۔

﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ کی تفسیر کیا ہے؟ "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنتَ وأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحسنةَ تَمْحُهَا، وخَالِقِ النَّاسَ بخُلُقٍ حَسَنٍ"؛ یہ سب کیا ہے؟ یہ برابر ہے ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ کے، ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ کی مزید جو تفسیر ہے وہ اس حدیث میں آئی ہے۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کے جامع ہونے کا بیان یہ ہے (غور سے سنیں ذرا) کہ بندے پر دو حق ہیں، ایک اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق ہے (ہمارے اوپر جو حقوق ہیں وہ دو طرح کے ہیں ایک سب سے پہلے سب سے عظیم اللہ تعالیٰ کا حق، اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق) اور جس پر کوئی حق واجب ہو جائے تو یہ لازمی ہے کہ اس میں کوئی خلل خطاء ہو جاتی ہے بعض اوقات (اللہ تعالیٰ کے حق میں اور بندوں کے حق میں بھی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حق میں کیسے خطاء ہو گی؟) یا تو واجب مأمور جیسے حکم دیا گیا ہے اس میں کوتاہی ہو گی اسے چھوڑ دیا جاتا ہے بعض اوقات یا جس سے منع کیا گیا ہے اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ": تم جہاں پر بھی ہو جس حالت میں ہو کوئی بھی وقت ہو ہر آن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ جامع کلمہ ہے، اور یہ فرمان: "حَیْثُمَا کُنْتَ": یہ اس لیے ہے کہ تقویٰ کی حاجت ہمیشہ رہتی ہے سرّ اور علانیہ میں"۔

پھر فرمایا: "وأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحسنَةَ تَمْحُهَا": جیسا کہ ایک ڈاکٹر جب ایسے مریض کا علاج کرتا ہے جس نے کوئی مضر چیز کھائی ہو مثال کے طور پر کسی نے زہر کھایا ہے یا اس کو ویسے ہی کوئی نقصان پہنچا ہے تو ڈاکٹر کیسے علاج کرتا ہے؟ اس زہر کا اینٹی ڈاٹ (Antidote) دیتا ہے کیونکہ ہر زہر کا ہر مرض کا الگ سے علاج ہوتا ہے الگ سے دوا ہوتی ہے، جیسا مرض ہے اسی کے مطابق علاج اور دوا ہوتی ہے تو اس علاج سے جو خاص علاج ہے اس خاص مرض کے لیے یا خاص زہر کے لیے پوائزن کے لیے اس لیے ہوتا ہے تاکہ اسے شفاء حاصل ہو جائے، اسی طریقے سے جب انسان گناہ کرتا ہے اور گناہ جو ہے فرماتے ہیں "أمرٌ حَتم" یعنی گناہ انسان سے ہو کر رہتا ہے یہ بڑی عجب بات سنیں آپ!

(۱) ہمارے اوپر حقوق واجبہ ہیں اللہ تعالیٰ کا حق سب سے پہلے پھر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق بھی ہے ان میں کوتاہی ہو کر رہتی ہے کیوں؟ کیونکہ ہم معصوم نہیں ہیں پہلی بات یہ ہے، جب معصوم نہیں تو خطاء کا امکان ہے۔

(۲) دوسری بات ہے کہ حدیث میں کیا آیا ہے؟ "كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ": آدم کی اولاد ساری کی ساری خطاء کار ہے سوائے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام وحی نازل ہوتی ہے معصوم ہیں۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ سارے کے سارے کیا ہیں؟ خطاء کار ہیں؛ دیکھیں قباحت اس میں نہیں ہے کہ انسان سے گناہ ہو جائے گناہ تو ہو جاتا ہے قباحت کس میں ہے؟ کہ گناہ کے بعد توبہ نہ ہو یہ قباحت ہے (سبحان اللہ)۔ اس لیے فرماتے ہیں: اور گناہ جو ہے "أمرٌ حَتم" ہے یعنی ہو کر رہتا ہے جو سمجھدار ہے وہ ان گناہوں کو اپنی نیکیوں سے مٹاتا رہتا ہے (بڑی پیاری بات ہے گناہ لازمی ہوتا ہے جو سمجھدار انسان ہے عقل والا انسان ہے کیا کرتا ہے؟ کثرت سے نیکیاں کرتا ہے تاکہ جو اُن سے گناہ ہوئے ہیں وہ مٹ جائیں)۔

آگے بھی اس کی بات میں تفصیل سے بیان کروں گا کہ گناہ دو قسم کے ہیں کبیرہ گناہ اور صغیرہ گناہ ہیں، جو گناہ نیکیوں سے مٹتے ہیں نا وہ صغیرہ گناہ ہیں کبیرہ گناہوں کی الگ سے توبہ لازمی ہے اس کی تفصیل آگے میں ان شاء اللہ بتاؤں گا۔

پھر امام صاحب فرماتے ہیں (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ): کہ حدیث میں ایک لفظ جو ہے بُرائی کا لفظ پہلے بیان کیا ہے جبکہ مفعول ہے بعد میں آنا چاہیے۔ "انسان گناہ کرتا ہے" تو بُرائی (سیئۃ) کیا ہے؟ مفعول ہے۔

تو آگے کیوں مقدم کیا حدیث میں؟ کیونکہ مقصود یہ نہیں ہے شیخ الاسلام فرماتے ہیں، مقصود یہ ہے کہ اس گناہ کو مٹانا ہے نا کہ نیکی کرنی ہے۔ ایک تو نیکی انسان ویسے ہی کرتا رہتا ہے نا تو یہ خاص نیکی ہے جو اس خاص گناہ کو مٹانے کے لیے انسان نے کرنی ہے اس لیے بُرائی کو پہلے بیان کیا ہے نیکی کو بعد میں بیان کیا ہے، جب نیکی خود مطلوب ہوتی ہے نا مقصود ہوتی ہے تو نیکی کا پہلے ذکر آتا ہے لیکن جب اصل یہ نیکی اس لیے کی جا رہی ہے تا کہ گناہ میرے مٹ جائیں تو اس لیے یہاں پر حدیث میں پہلے برائی کا ذکر ہے پھر نیکی کا ذکر ہے۔

پھر مثال دیتے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ: جیسا کہ اعرابی کی حدیث میں جس نے مسجد میں پیشاب کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا علاج کیا کیا ہے کیا حکم دیا؟ "صُبُّوا عَلَيْهِ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ": تو اصل مقصد کیا ہے؟ جہاں پر پیشاب ہے اس جگہ کو صاف کرنا تھا تو اس لیے پانی کا ڈول انڈیلنے کا حکم دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور یہ چاہیے کہ حسنات جو نیکیاں ہیں وہ "من جنس السّیئات" (جو بُرائی ہوئی ہے اسی کی جنس کے مطابق ہی نیکی ہونی چاہیے) "فانه ابلغ في المحو" (تو بُرائیوں کو مٹانے میں زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتی ہے)۔

سوال: "الکیس" کا کیا مطلب ہے؟

جواب: "الکیس": سمجھدار، عقلمند۔

پھر فرماتے ہیں: "والذّنوب یزول موجبها بأشياء": اچھا گناہ کا خاتمہ چند چیزوں پر ہوتا ہے یہاں پر چار چیزوں کا ذکر شیخ الاسلام نے کیا ہے تقریباً دس یا بارہ ہیں چیزیں یہ۔

(واجب نوٹ کر لیں یہ واجب ہے آپ لوگوں نے چار یہ ہیں باقی آپ نے بتانے ہیں حوالہ دے دیتا ہوں میں بڑا آسان ہے کئی کتابوں میں آپ کو ملے گا لیکن شرح عقیدۃ الطحاویہ میں آپ کو باآسانی مل جائے گا، ابن العز الحنفی رحمہ اللہ کی شرح عقیدۃ الطحاویہ میں آپ کو اس کی تفصیل مل جائے گی اس میں تقریباً بارہ کا ذکر ہے کچھ دنیا میں ہیں کچھ برزخ میں ہیں کچھ آخرت میں ہیں میں نے آپ کے لیے ہنٹ دے دیا ہے بڑا آسان کر دیا ہے درس نمبر بھی بتا دیا ہے آپ کو، سوال یہ ہے کہ گناہوں کو مٹانے کے جو اسباب بیان کیے ہیں قرآن اور سنت میں وہ کونسے ہیں؟ یہاں پر چار کا ذکر ہے باقی آٹھ تقریباً آپ نے بتانے ہیں یہ واجب ہے اگلے درس میں آپ نے بتانے ہیں)۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں گناہ کو مٹانے کے لیے:

1- سب سے پہلے: "التوبة" (توبہ کرنا): توبہ کا مطلب ہے کہ انسان سے جب کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اس گناہ کے لیے اُس نے یہ چند چیزیں کرنی ہوتی ہیں جو توبہ کی شرطیں بھی بیان کی جاتی ہیں:

(۱) سب سے پہلے اخلاص ہو اللہ تعالی کے لیے لوگوں کے دکھاوے کے لیے نہ ہو (بعض علماء یہاں سے شروع کرتے ہیں اور بعض اس کو آخر میں بیان کرتے ہیں)۔

(۲) دوسرا، ندامت ہو کہ میں نے جو عمل کیا ہے وہ غلط کیا ہے مجھ سے غلطی ہو گئی ہے بغیر ندامت کے توبہ ہوتی ہی نہیں ہے۔

(۳) تیسرا، اس گناہ سے فوراً رک جانا جو گناہ سرزد ہوا ہے۔

(۴) چوتھا، یہ عزم کر لینا کہ دوبارہ یہ گناہ نہیں کرنا۔

(۵) پانچواں، وقت پر توبہ کرنی ہے اور وقت دو قسم کے ہیں ایک عام ہے ایک خاص ہے، عام وقت سورج مغرب سے نکلے گا اور توبہ کا دروازہ بند، خاص وقت ہے جب روح حلق تک پہنچے گی اور غرغرہ انسان شروع کرے گا، "یُغَرْغِر" تب توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

سوال: تیسرا کیا تھا؟ جواب: سب سے پہلے اخلاص اللہ تعالیٰ کے لیے توبہ کرنی ہے ریاکاری نہیں لوگوں کے دکھاوے کے لیے نہیں۔

نمبر دو، ندامت (یہ توبہ کی پانچ شرطیں بتارہاہوں میں)، ندامت ہونی چاہیے کہ مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے اور ندامت ہے۔

تیسرے نمبر پر گناہ سے فوراً رک جانا؛ یہ نہیں کہ مثال کے طور پر کوئی شخص جو ہے وہ سگریٹ نوشی سے توبہ کرتا ہے کہتا ہے کہ میں نے سگریٹ چھوڑ دی ہے سوٹے بھی لگا رہا ہے کہتا ہے کہ میں نے توبہ بھی کی ہوئی ہے، یہ توبہ نہیں ہے یہ کیونکہ کیا شرط ہے توبہ کی تیسری شرط؟ کہ فوراً گناہ سے رک جانا (ندامت بھی ہے دل میں بھئی میں غلط کر رہا ہوں لیکن سوٹے بھی لگا رہا ہے تو توبہ ہوئی؟ نہ ہوئی تو تیسری شرط ہے فوراً گناہ سے رک جانا)۔

چوتھی شرط ہے یہ عزم کر لینا کہ دوبارہ نہ ہوا گر دوبارہ ہو گیا تو دوبارہ توبہ کر لو لیکن ابھی عزم کرنا ہے کہ دوبارہ میں نہیں کروں گا، انسان کمزور ہے شہوت غالب آجاتی ہے اگر دوبارہ ہو جائے تو دوبارہ توبہ کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ توّاب ہے۔

توّاب کیا مطلب ہے؟ بار بار توبہ قبول کرنے والا؛ آپ کو "تائب" اسم فاعل نظر نہیں آئے گا کہیں پر، تائب اسم فاعل ہے "توّاب" (بار بار توبہ قبول کرنے والا)۔

پانچویں نمبر پر، وقت میں توبہ ہونی چاہیے وقت کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔

فرعون نے کیا کہا تھا؟ میں بنی اسرائیل کے ربّ پر ایمان لایا ہوں (یونس:90)۔ لیکن کیا توبہ قبول ہوئی؟ نہیں؛ کیوں؟ کون سا وقت تھا یہ؟ خاص وقت جو ہر انسان کے قریب ہے۔ پتہ ہے موت ہر انسان کے قریب ہے تو یہ نہ کہیں کہ میں بعد میں توبہ کروں گا ابھی کیا وقت ہے ابھی کیا عمر ہے! عمر بڑی پڑی ہے توبہ کرنے کے لیے اکثر لوگ یہی کہتے ہیں نا؟! آپ نصیحت کرتے ہیں کہ بھئی فلاں نافرمانی ہے یا فلاں گناہ آپ سے سرزرد ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں، کہتے ہیں کہ بڑی زندگی پڑی ہے کر لیں گے توبہ کیا جلدی پڑی ہے؟! موت ہر انسان کے قریب ہے، جب انسان کی روح حلق تک پہنچتی ہے اور موت کا فرشتہ آجاتا ہے بات ختم توبہ کا دروازہ بند اگر انسان توبہ بھی کرے، اور وہاں پر اکثر لوگ ہی توبہ کرتے ہیں۔

﴿رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ﴾ (المؤمنون:99-100)؛ نہیں ہے بات ختم ہو گئی ہے اب واپسی کا راستہ بند ہو چکا ہے؛ تو توبہ وقت پر ہونی چاہیے۔

اور عام وقت جو ہے وہ تمام لوگوں کے لیے ہے جن وانس کے لیے ہر مکلف کے لیے کہ جب سورج مغرب سے نکلے گا (یہ قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے) تب توبہ کا دروازہ سب کے لیے بند ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے (آمین یا ربّ العالمین)۔ یہ پہلی بات تھی توبہ۔

2- دوسری بات جو گناہوں کو مٹادیتی ہے "الاستغفار من غير توبة" شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

استغفار یعنی استغفر اللہ کہنا "طلب المغفرة" مغفرت کا مطلب ہے کہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ ڈھانپ دے پردہ پوشی ہو جائے اور یہ گناہ میرے معاف کردے، گناہوں پر پردے کی دعا ہے تاکہ گناہ ختم ہو جائیں اور یہ بغیر توبہ کے ہے۔

کیا ممکن ہے بغیر توبہ کے استغفار ہو؟ ممکن ہے کیونکہ استغفار الگ ہے توبہ الگ ہے اور قرآن اور سنت میں آپ کو دونوں نظر آئیں گے۔

"اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ" ہے حدیث میں کہ نہیں؟ اچھا "أَسْتَغْفِرُ اللهَ" یہ الگ سے ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ گناہ کو معاف کر دیتا ہے "اجابة لدعائه..." اُس کی دعا قبول کرتے ہوئے اگرچہ وہ توبہ نہیں کرتا، اور توبہ اور استغفار دونوں جمع ہو جائیں تو یہ کمال ہے!

تھوڑا سا رُکتے ہیں؛ ایک انسان بڑے گناہ کرتا ہے (کبیرہ گناہ کرتا ہے) توبہ نہیں کرتا استغفار کرتا رہتا ہے گناہ ختم ہو گا اُس کا؟ نہیں۔

تو مطلب کیا ہے اس کا؟ توبہ کے بغیر استغفار کا فائدہ ہے کہ نہیں؟ فائدہ تو ہے لیکن وہ کبیرہ گناہ مٹے گا استغفار سے بغیر توبہ کے؟ نہیں مٹے گا۔

تو پھر فائدہ کیا ہے:

(۱) اس کا فائدہ یہ ہے کہ جو کثرت سے استغفار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے توبہ کی توفیق بھی دیتا ہے (یہ کمال دیکھیں آپ کہ جو کثرت سے استغفار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے توبہ کی توفیق بھی دیتا ہے!) پہلی بات یہ ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ استغفار دعا میں سے ہے آپ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے، انسان کمزور ہے حقیر ہے فقیر ہے مسکین ہے شہوت غالب آ جاتی ہے، اب شہوت غالب ہے چھوڑنا چاہتا ہے نہیں چھوڑ پا رہا توبہ کی طرف دیکھتا ہے پھر لذت شہوت کو دیکھتا ہے تو رُک جاتا ہے کمزوری ہے لیکن کثرت سے استغفار پڑھتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے توفیق بھی دے دیتا ہے کہ وہ توبہ کرے اور کبیرہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ پھر معاف کر دیتا ہے توبہ سے۔

تو اس کا یہ مطلب ہے اور دونوں اگر شامل ہو جائیں کہ توبہ بھی ہے استغفار بھی ہے تو یہ کمال ہے!

3- تیسری بات جس سے گناہ مٹ جاتے ہیں: "الأعمال الصالحة المكفرة...": وہ صالح اعمال جو گناہوں کے لیے کفارہ ثابت ہوتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ کفارات جو مقدرۃ ہیں خاص چیزوں کے لیے خاص گناہوں کے لیے کفارات جو ہوتے ہیں۔

(۲) اور دوسرے مطلقۃ ہیں "الکفارات المطلقۃ"۔

دونوں کا ذکر شیخ الاسلام نے کیا ہے، جو کفارات مقدرۃ ہیں فرماتے ہیں جیسا کہ جس نے رمضان کے مہینے میں دن کے وقت بیوی سے جماع کیا ہو۔ اور جماع کرنا حرام ہے جائز نہیں ہے اور کبیرہ گناہ ہے (گناہ ہے نا) تو اس کا کفارہ ہے کفارہ کیا ہے؟ ایک گردن آزاد کرنا یا دو مہینے روزے رکھنا پے در پے مسلسل، یا اگر نہیں طاقت رکھتا تو کیا کرے گا؟ ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا؛ یہ "كفارة المجامع في نهار رمضان"۔

دوسرا "المظاهر": جس نے ظہار کیا اپنی بیوی سے، بیوی سے کہا کہ تم میری ماں کی مانند ہو (نعوذ باللہ)، تم میری ماں جیسی ہو تم مجھ پر حرام ہو۔

یہ الفاظ انہیں ظہار سمجھا جاتا ہے انہیں ظہار مانا جاتا ہے اور ظہار کا کیا کفارہ ہے ؟ یہی کفارہ ہے سیم (Same) ہے کہ ایک گردن آزاد کرنا، نہیں ہے تو دو مہینے مسلسل روزے رکھنا پے درپے، اور نہیں اگر روزے رکھ سکتا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں آیا ہے۔

(۳) تیسرا کفارہ: "والمرتكب لبعض محظورات الحج": حج اور عمرے کے بھی جو محظورات ہیں احرام کے جو اِن میں سے کسی کا ارتکاب کرتا ہے اُس پر کیا ہے ؟ اُس پر بھی کفارہ ہے یعنی بات یہ ہو رہی ہے۔ یہ کفارہ مقدرة ہے، خصوصی محدود مقدر کفارات ہیں خاص مخصوص اعمال کے لیے اگر گناہ ہو جائیں۔ تو کیا کرنا ہے محظورات الاحرام میں ؟ تین میں آپ کا اختیار ہے جو کر سکتے ہیں کیا ہے ؟ یا تو دَم دینا بکری ذبح کرنا یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، یہ نہ ہو سکے تو تین روزے رکھنا اسے فدیہ کہتے ہیں اس میں اختیار ہے جو ہو سکے لیکن بشر طیکہ جان بوجھ کر ہو عمداً ہو، خطاء سہو اس کی معافی ہو۔ یعنی جس نے احرام پہنا ہوا ہے اُس نے ناخن تراشے غلطی سے اُس پر ہے کچھ فدیہ ؟ نہیں ہے۔

جان بوجھ کر ناخن کاٹے ہیں یا بال کاٹے ہیں جان بوجھ کر اور آپ نے کہا بھی ہے کہ آپ یہ احرام میں کیا کر رہے ہیں ؟ ! کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے کچھ نہیں ہوتا؛ اُس نے ناخن تراش لیے بال کاٹ لیے تو کیا ہو گا ؟ اُس پر فدیہ واجب ہو جاتا ہے۔

(۴) "أو تارك بعض واجباته": یہ واجبات عمرے یا حج کے ترک کر دینا۔

مثال کے طور پر میقات سے احرام باندھنا کیا ہے ؟ واجبات الحج میں سے ہے۔

جس نے میقات سے احرام نہیں باندھا اور اکثر لوگوں سے غلطی ہوتی ہے کہ باہر سے آتے ہیں میقات کے انڈیا پاکستان وغیرہ سے آتے ہیں اور جدہ میں اُن کے کچھ رشتے دار ہوتے ہیں حج عمرے کی نیت سے آتے ہیں میقات کراس کرتے ہیں جدہ میں پہنچ جاتے ہیں یہاں سے احرام باندھ لیتے ہیں، جدہ اُن کا میقات نہیں ہے اگر حج عمرے کی نیت سے آئے ہیں تو احرام میقات پر یا اُس سے پہلے باندھ لیں اور احرام میں تین چیزیں ہوتی ہیں:

- ایک رکن ہے: "نية الدخول في النسك": نیت آپ کرتے ہیں، دل سے آپ عہد کر لیتے ہیں کہ آپ احرام کی حالت میں آ گئے ہیں۔
- دوسرا زبان سے اُس کا اظہار کرنا: "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ حَجًّا، لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ عُمْرَةً" جو بھی آپ کی نیت ہے۔
- تیسرا جو واجب ہے کہ آپ نے میقات سے احرام باندھنا ہے، اور جو کپڑے ہوتے ہیں مردوں کے لیے سفید چادریں یہ مسنون ہیں یہ آپ نے وہاں پر میقات پر جہاں ہوتے ہیں وہاں پر آپ پہنتے ہیں؛ اگر یہ واجب چھوٹ جائے تو اس کا کیا کفارہ ہے ؟ دَم دینا ہے، اس میں فدیہ نہیں ہے اس میں آپ کو اختیار نہیں ہے روزہ رکھیں کہ نہیں اس میں دَم دینا ہی واجب ہوتا ہے ایک بکرا آپ نے حدود حرم میں ذبح کرنا ہے۔

(۵) پھر فرمایا: یا جس نے احرام کی حالت میں شکار کیا ہے یہ بھی کفارات المقدرة میں سے ہے کہ اُس جیسا اُس نے کوئی صدقہ دینا ہے اور یہ جو کفارات المقدرة ہیں چار قسم کے ہیں:

- "هدى" ہے: یعنی قربانی ہے۔
- "عتق": آزاد کرنا۔

- "صدقة": صدقہ دینا۔
- اور "صیام": روزہ رکھنا۔

پھر فرمایا: جو کفارات المطاقۃ ہیں جیسا کہ سیدنا حذیفہ سیدنا عمر سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک بندے کا جو فتنہ ہے اُس کے اہل خانہ میں اُس کے مال میں اُس کی اولاد میں اس سے نماز روزہ اور صدقہ اُمر بالمعروف و نہی عن المنکر مٹا دیتے ہیں۔

بڑی عظیم حدیث ہے پیاری حدیث ہے پیارا قصہ ہے لمبا قصہ ہے کہ ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حذیفہ سے فتنے کے بارے میں بات کی سوال پوچھا کہ دروازہ ہے کہتے ہیں ٹوٹے گا یا کھلے گا؟ کہتے ہیں کہ کھلے گا نہیں۔ فتنہ کیا ہے کئی لوگوں سے پوچھا تو سیدنا حذیفہ نے پہلے یہ جواب دیا کہ وہ فتنہ جو انسان کو اس کے اہل خانہ میں گھر میں جو ہوتا ہے کہ بیوی کی آزمائش اولاد کی آزمائش مال کی آزمائش اس میں کمی ہو جاتی ہے تکلیف ہو جاتی ہے انسان کو تو فتنہ ہی ہے نا آزمائش ہی ہے ساری تو اس کا جو کفارہ ہوتا ہے وہ کیسے ہوتا ہے؟ نماز سے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اس کا کفارہ ہو جاتا ہے، جو ہم سے کوتاہیاں ہوتی ہیں روزہ رکھنے سے، صدقے سے، اُمر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کہ بھلائی کی طرف بلانا اور بُرائی سے روکنا یہ سب اس میں ہے۔ مکمل حدیث میں آپ کو بتادوں اگلے الفاظ ہیں حدیث کے (شاہد یہ ہے جو شیخ الاسلام نے یہاں پر بیان کیا ہے) کہ میں اس کے بارے میں نہیں پوچھ رہا وہ فتنہ جو سمندر کی طرح موجوں والا ہوتا ہے جو کوئی چیز چھوڑتا نہیں ہے یعنی جس میں قتلِ عام ہو جاتا ہے قتل و غارت ہوتی ہے اور فساد ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ دروازہ کھلے گا نہیں، ٹوٹے گا۔

سیدنا عمر کو پتہ چل گیا کہ میری حیات میں یہ فتنہ نہیں ہوگا میرے مرنے کے بعد یہ ہوگا اور وہی ہوا سیدنا عثمان کے زمانے میں پھر یہ خوارج جو ہیں اور یہ اہل فتنہ لوگ آئے اور امت میں پھر فساد جیسے آپ جانتے ہیں لمبا قصہ ہے کہ ہوا۔

تو شاہد یہ ہے کہ یہ کفارات ہیں جن سے وہ گناہ مٹ جاتے ہیں جو آزمائشوں میں اہل و عیال میں ہوتے ہیں مال و دولت میں روزگار میں جو فتنے ہوتے ہیں آزمائشیں ہوتی ہیں اُن کے لیے کفارے کافی ہوتے ہیں، نماز روزہ صدقہ اور اُمر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو ہیں فرماتے ہیں کہ اس پر قرآن کی دلالت بھی ہے اور کئی صحیح احادیث میں بھی ہیں جیسا کہ پانچ نمازیں اور جمعہ جو ہے، روزہ ہے حج ہے تمام اعمال جن میں کہا جاتا ہے کہ جس نے فلاں عمل کیا تو اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے یا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، یہ بہت ہی زیادہ ہیں جس نے اُن کو دیکھا ہے سنن میں خصوصی طور پر اور فضائل اعمال میں کافی تصنیفات موجود ہیں۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ یہ فرما رہے ہیں کہ یہ جو انسان کو مصیبتیں پہنچتی ہیں اور آزمائشیں ہوتی ہیں اور انسان سے خطاء ہو جاتی ہے ان کے لیے کفارات موجود ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

"الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ"

جب کبائر سے اجتناب کیا جائے صحیح مسلم کی حدیث ہے معروف حدیث ہے کہ جو فرض نماز ہے ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک بیچ میں کفارہ ہے جو بھی انسان سے ہو جاتا ہے یہ روزانہ۔

"وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ": ہفتہ۔ "وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ": سال۔

تو اس میں ڈیلی (Daily) کا بھی ہے ہفتے کا بھی ہے اور سال کا بھی ہے (سبحان اللہ) ایک ہی حدیث میں، انسان سے جو کوتاہیاں ہو جاتی ہیں غلطیاں ہو جاتی ہیں مال اور اہل و عیال میں تو یہ نمازیں جو ہیں اور رمضان کے روزے جو ہیں یہ کفارہ ثابت ہوتے ہیں گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ جس نے فلاں عمل کیے اُس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے مثال کے طور پر:

"مَنْ صَامَ رَمَضانَ إيمانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"

"مَنْ قَامَ رَمَضانَ إيمانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"

جب ہم کھانا کھاتے ہیں کیا دعا پڑھتے ہیں کھانا کھانے کے بعد؟ "الْحَمْدُ للهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ"؛ کیا ہوگا؟ "غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"۔ اور کئی صحیح احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور فضل دیکھیں اس امت پر کہ کھانا کھاتے ہیں دعا پڑھتے ہیں پچھلے گناہ مٹا دیئے؛ اللہ تعالیٰ گناہ ہمارے مٹانا چاہتا ہے کیا ہم اپنے گناہ مٹوانا چاہتے ہیں کہ نہیں سوال یہ ہے؟ کرنا کیا ہے گناہ مٹانے کے لیے؟ گناہ تو ہوں گے اور ہو رہے ہیں مٹانا چاہتے ہیں گناہ کہ نہیں مٹانا چاہتے؟! اگر مٹانا چاہتے ہیں اپنے گناہوں کو تو طریقہ کتنا ہے؟! ابھی کھانا کھایا ہے یہ چند الفاظ ہیں ذکر کے کہ اتباع سنت کا آپ کو الگ سے اُجر ملا ہے اور پچھلے صغیرہ گناہ آپ کے مٹ گئے کھانا کھانے سے سوچ سکتے ہیں آپ؟!

اپنا پیٹ بھرا ہے مزے کا کھانا کھایا ہے مزے کا کھانا جو بھی ہو یہ نہیں ہے کہ لازمی بریانی ہے تو مہنگا کھانا ہو تب دعا قبول ہوگی گناہ مٹیں گے ورنہ نہیں، آپ نے ایک کھجور کھائی ہے آدھی کھجور کھائی ہے یہ دعا پڑھی ہے گناہ معاف ہو گئے، آپ نے صبح کھایا ہے ناشتہ کیا ہے دعا مانگی ہے گناہ معاف، پھر آپ نے دوپہر کا کھانا یا دو گھنٹے بعد آپ نے سینڈوچ کھایا ہے یا کھجور کھائی ہے پھر دعا مانگی ہے پھر گناہ معاف، پھر دوپہر کا کھانا کھایا ہے پھر رات کا کھانا کھایا ہے بیچ میں جب بھی آپ نے کھانا کھایا ہے یہ کوئی خاص نہیں ہے کہ آپ نے خاص وقت میں کوئی خاص کھانا کھانا ہے۔ آپ جب بھی کچھ کھائیں یہ دعا کریں لیکن آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ اتباع سنت کا الگ سے اُجر ہے اور اس کا جو اثر ہے وہ الگ ہے (اس کا اُجر بھی الگ ہے اور گناہ کو مٹانے کا اثر بھی اس کا الگ ہے)۔

پھر فرماتے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اچھی طرح جان لیں کہ اس چیز کی جو عنایت ہے اور انسان کی جو حاجت ہے بہت زیادہ ضروری اور بہت زیادہ شدید ہے کیونکہ انسان جب بالغ ہو جاتا ہے خصوصی طور پر ان زمانوں میں (شیخ صاحب اپنے زمانے کی بات کر رہے ہیں ہم اپنے زمانے کا کیا کہیں، کہتے ہیں خصوصی طور پر ہمارے زمانے میں اِس زمانے میں) تو ایسے وقت آتے ہیں جن میں جاہلیت کے بعض شبہات پھیل جاتے ہیں اور جس انسان کی اہل علم اور دین میں پرورش ہوتی ہے وہ جو ان اُمور جاہلیت کے بعض اُمور ہیں ان میں پڑ جاتا ہے تو اس کا پھر کیا کہیں ہم؟!

شیخ الاسلام اپنے زمانے کی بات کر رہے ہیں اور دور حاضر میں آپ دیکھیں کہ جاہلیت کے کتنے اُمور ہیں جو آج ہمارے گھروں میں موجود ہیں (إلا من رحم الله سبحانه وتعالى)، اور دیندار گھرانوں میں بھی عجب بات یہ دیکھیں آپ!

اب صحیحین میں (صحیح بخاری مسلم میں) حدیث ہے سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

" لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ "(تم لازمی اپنے سے پہلے طور طریقوں کو اپناؤ گے ان کی اتباع کرو گے)

" حَذْوِ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ "(اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے)

" حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوهُ "(یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تم لوگ بھی داخل ہو جاؤ گے)

" قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ، الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ "(عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا یہود و نصاریٰ ہیں؟)

" قَالَ: فَمَنْ "(ان کے علاوہ کون ہو سکتا ہے)۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ خبر ہے جس کی تصدیق اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا﴾ (التوبة:69) : اور اس کے شواہد بھی ہیں الصحاح اور الحسان میں۔

یعنی ایک تو گناہ الگ ہیں پھر بعض اُمور جاہلیت اور سابقہ اقوام کے طور طریقے بھی اس امت میں لوگ اپنائیں گے اور بڑی عظیم حدیث ہے ! ترمذی میں حدیث موجود ہے اور صحیح حدیث ہے کہ تم لازمی اپنے سے پہلے کے طور طریقے کو اپناؤ گے (یہ ہوگا)" حَذْوِ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ ": نقش قدم پر۔

اور حذو القذّۃ جو ہوتا ہے تیر کا جو اوپر والا حصہ ہوتا ہے نا اسے کیسے بناتے ہیں ؟ خصوصی طریقے سے اس کو ایک ہی ماپ میں بنانے کے لیے اس کو رکھتے ہیں اس کے اوپر دوسرے تیر رکھ کر اس کو کاٹتے ہیں تا کہ برابر کا ہو جائے، برابر برابر۔

یعنی یہ امت جو ہے عظیم امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جو ہے یہ عجیب چیز دیکھیں کہ جو پہلے قومیں گزری ہیں ان کے نقش قدم پر ہو بہو چلیں گے "برابر برابر" جیسے وہ چلے وہی اِن کی چال چلن بھی ویسی ہی ہو گی ! اُن کے یعنی طور طریقے اپنائیں گے (نعوذ باللہ) یہاں تک کہ اگر وہ (ضب کہتے ہیں گوہ کو خاص لزرڈ (Lizard) جیسے ہوتی ہے اردو میں گوہ کہتے ہیں اُسے ضب) اس کی گور ہوتی ہے زمین کے نیچے) گوہ کے سوراخ میں داخل ہو جاتے ہیں نا تو تم لوگ بھی ان کی دیکھا دیکھی یہ عمل کرو گے اور گوہ کے سوراخ میں داخل ہو گے۔ ضرورت پڑتی ہے کہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہونا؟ ! یعنی عقل تمہاری کام نہیں کرے گی اتنا تم شہوت میں ڈوب جاؤ گے اور ان کا نقش قدم تمہیں اتنا پسند محبوب ہو گا کہ تم وہی عمل کرو گے اگرچہ تمہاری عقل بھی دنگ رہ جائے تمہیں پتہ بھی ہو کہ ہم کیا کر رہے ہیں؛ عجب بات ہے نا؟ ! (سبحان اللہ)۔

تو صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! یہود و نصاریٰ کی آپ بات کر رہے ہیں: کہتے ہیں: " فَمَنْ "(ان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے)۔ یہود و نصاریٰ کی مذمت قرآن اور سنت میں آپ دیکھیں کتنی ہے ان کی غلطیاں کھول کھول کر بیان کی ہیں عجب بات یہ ہے کہ مسلمان کلمہ پڑھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی یہ شرف کافی ہے اُن کے نقش قدم پر ایسے چلے گا ! آج دیکھ لیں آپ مسلمان پیچھے ہیں ؟ ! اُن کے طور طریقے نقش قدم جو یہود اور نصاریٰ کے ہیں بے پردگی دیکھیں آپ کہاں سے بے پردگی آئی ہے ؟ ! وہاں سے آئی ہے۔

آج سے سو سال پہلے دیکھیں آپ امریکہ میں اور یورپ میں لندن میں خاص طور پر عورتیں کیا لباس پہنتی تھیں پتہ ہے؟ میکسی لمبی جو ہوتی تھی پاؤں نظر نہیں آتا اور ہاتھوں میں گلوز (Gloves) ہوتے تھے اور لمبی ٹوپی جو ہے چہرہ نظر نہیں آتا تھا، اُس سے پہلے پورا حجاب ہوا کرتا تھا پھر آہستہ آہستہ حجاب گیا برقع گیا یہ چیز آگئی، پھر آہستہ آہستہ یہ چلا گیا آہستہ آہستہ ٹوپی اتر گئی آہستہ آہستہ پھر جو ہے کپڑے بھی چھوٹے ہوتے گئے! گانے بجانا یہ میوزک یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں ساری؟! پہلے موجود تھیں لیکن یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شرک بدعات تک آپ دیکھیں کہ یہ جو سالگرہ مناتے ہیں یہ کہاں سے طور طریقہ آیا ہے یہ مسلمانوں کا طور طریقہ ہے؟! نصاریٰ مناتے ہیں عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی یوم ولادت مسلمانوں نے دیکھا دیکھی اپنی شروع کر دی، پھر آپ صلی علیہ وآلہ وسلم کی یوم ولادت بھی مناتے ہیں! (نعوذ باللہ)۔

یہ بدعات اور خرافات اسلام کی نہیں ہیں یہ یہود و نصاریٰ کے طور طریقے ہیں جو مسلمانوں کے اپنائے ہوئے ہیں۔

پھر شیخ الاسلام رحمتہ اللہ فرماتے ہیں: یہ معاملہ جو ہے ان تک بھی پہنچ جاتا ہے وہ بھی ملوث ہو جاتے ہیں جو دیندار ہیں خصوصی طور پر دین کی طرف جن کی نسبت ہوتی ہے جیسا کہ سلف میں سے کئی لوگوں نے کہا اُن میں ابن عیینۃ بھی ہیں ابن عیینۃ فرماتے ہیں، بڑی پیاری بات فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے علماء میں ایسے لوگ ہوں گے جو یہودیوں کی طرح ہوں گے اور بزرگ جو عبادت گزار ہیں وہ ایسے ہوں گے جیسا کہ نصاریٰ ہیں (سبحان اللہ)۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بہت سارے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے یہودیوں کا راستہ اپنایا ہے جس میں یہودی پڑ گئے تھے جن کی نسبت علم کی طرف ہوتی ہے اور بہت سارے جو نصاریٰ کے احوال ہیں بعض لوگ اُن میں پڑ گئے ہیں جن کی طرف اُن کی نسبت ہوتی ہے جو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جو دین اسلام کو اچھی طرح سمجھنے والا ہو جس دین پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے پھر لوگوں پر ان معاملات کو رکھ کر دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ واقعی ایسے علماء موجود ہیں جو یہودیوں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں اور ایسے بزرگ عبادت گزار موجود ہیں جو نصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

یہودیوں کے نقش قدم پر چلنے کا کیا مطلب ہے؟

یہودیوں کے پاس علم تھا عمل نہیں تھا، عمل کیوں نہیں تھا:

1- نمبر ایک، تحریف کر چکے تھے تو عمل کیسے ہوتا؟! اور جس کی تحریف نہیں کی اس پر عمل بھی نہیں کرتے تھے۔ یعنی عمل کیسے انسان سے چھوٹ جاتا ہے؟ علم تو موجود ہے جب علم کو تحریف کر دیا ہے اب اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے یہ تورات میں جو تھی جب اپنی مرضی سے تحریف کر کے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تو دین پر عمل ہوا؟ نہ ہوا۔ عمل کس چیز پر ہوا؟ اپنی خواہش پر۔

2- دوسرا، جو جس کو نہیں بدلا گیا تحریف نہیں ہوئی اس کو جان بوجھ کر چھوڑا گیا۔

اور نصاریٰ کے کیا احوال ہیں؟ نصاریٰ میں اُلٹا ہے عمل ہے بغیر علم کے۔ آپ دیکھیں دور حاضر میں خاص طور پر جو اہل تصوف ہے عبادت گزار ہیں علم میں کہاں ہیں؟ بغیر علم کے عبادت کرنا کیا ہوتا ہے؟ "بدعت" تو بدعت میں ڈوبے ہوئے ہیں؛ عمل ہے یعنی بغیر دلیل کے تو یہ کس کی مشابہت ہے؟ نصاریٰ کی ہے۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جب معاملہ ایسا ہے تو جس کے سینے کو اللہ تعالی نے کشادہ کیا ہے اسلام سے تو اس کا اپنے ربّ کی طرف سے نور ہے اور جو مردہ تھا اللہ تعالی نے اسے زندہ کیا ہے اور اس کے لیے خاص نور (روشنی) اللہ تعالی نے پیدا کی ہے جس سے وہ لوگوں کے بیچ میں چلتا ہے (یعنی اُسے پتہ ہوتا ہے کہ حق کیا ہے باطل کیا ہے، سچ کیا ہے جھوٹ کیا ہے، سنت کیا ہے بدعت کیا ہے، توحید کیا ہے شرک کیا ہے، ایمان کفر نفاق سب جانتا ہے، سبحان اللہ) اور جب ایسا معاملہ ہو تو اچھی طرح وہ دیکھے گا کہ جو جاہلیت کے احوال ہیں اور جو دونوں امتوں کے طور طریقے ہیں "المغضوب علیهم" یعنی یہود اور "الضالین" یعنی نصاریٰ، اور وہ دیکھتا ہے کہ بعض چیزوں میں وہ بھی مبتلا ہے۔

تو جو سب سے زیادہ نفع بخش چیز ہے خاص و عام کے لیے وہ علم ہے جس سے انسان اپنے آپ کو بچالیتا ہے اُن مشکلات سے جس میں اُس نے اپنے آپ کو ڈالا ہوا ہے وہ کیا ہے؟ "إتباع السيئات الحسنات"۔ حسنات کیا ہیں؟ نیکیاں کیا ہیں؟ یہ ہر وہ چیز ہے اللہ تعالیٰ نے جن کی طرف رغبت دلائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اعمال میں سے ہوں یا اخلاق میں سے یا صفات میں سے اسے نیکی کہتے ہیں۔ وہ قول ہو عمل ہو اخلاق ہوں یا صفات ہوں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف رغبت دی ہے قرآن اور سنت میں آپ کو نظر آئے گا۔

جیسا کہ اعمال:

(۱) نماز اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، روزہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، صدقات اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

(۲) اخلاق جو انسان برتاؤ کرتا ہے، والدین کے ساتھ حسن سلوک اللہ تعالی کو بہت پسند ہے، صلہ رحمی اللہ تعالی کو پسند ہے یہ اخلاق میں سے ہے، بیوی کے ساتھ اچھا رہن سہن یہ بھی اخلاق میں سے ہے۔

(۳) صفات جو انسان کی اپنی صفات ہیں کہ سچ بولنا، بہادری ہے، غصہ نہ کرنا یہ انسان کی اپنی صفات ہیں یہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔

یہ تمام چیزیں انہیں کیا کہتے ہیں؟ نیکیاں ہیں حسنات ہیں۔

اور ان میں سے جو گناہوں کو مٹا دیتے ہیں: "المصائب المكفّرة": گناہوں کو جو مٹا دیتے ہیں اُن میں سے یہ بھی ہیں:

(۱) وہ مصیبتیں وہ آزمائشیں جو تکلیف دہ ہوتی ہیں ان سے گناہ مٹ جاتے ہیں، ہر وہ چیز جس میں درد اور تکلیف ہو چاہے وہ هَم ہو (یعنی فکر ہو) حزن ہو پریشانی ہو یا کوئی اذیت ہو۔

(۲) نقصان ہو مال کا آبرو کا، جسم میں کوئی چوٹ ضرب تکلیف لگتی ہے درد ہوتا ہے یا اس کے علاوہ۔

یہ تمام چیزیں جو ہیں یہ کفارات ہیں گناہ ان سے مٹ جاتے ہیں لیکن یہ انسان کے اپنے فعل میں سے نہیں ہیں۔ دیکھیں نیکیاں تو انسان خود کرتا ہے نا اب کچھ اور چیزیں بھی ہیں جو انسان کے اپنے بس میں نہیں ہیں اُن سے بھی بُرائیاں آپ کی مٹ سکتی ہیں وہ کیا ہیں؟ یہ آزمائشیں تکلیفیں مصیبتیں جو انسان کو پہنچتی ہیں جن میں انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کرتا ہے ان مصیبتوں میں تو کیا ہوتا ہے؟ گناہ اُس کے معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر جب ان دونوں چیزوں کا ذکر ہو چکا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق بیان کیا گیا ہے عمل صالح میں سے جو انسان نیک عمل کرتا ہے اور جب کوئی اُس سے بُرائی سرزرد ہوتی ہے "وإصلاح الفاسد" اور فساد ہوتا ہے تو اس کو انسان اپنی نیکیوں سے مٹا دیتا ہے اور ان تکلیفوں سے آزمائشوں سے جو انسان کے بس میں نہیں ہیں تو انسان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

تیسری بات جو اس وصیت میں آئی ہے "وخالق الناس بخلق حسن وهو حق الناس" (اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ یہ لوگوں کا حق ہے)، اور جو حسن خلق لوگوں کے ساتھ مجموعی طور پر جو اہم بات ہے اُس کے تعلق سے یہ ہے کہ "أن تصل من قطعك" (جو تمہیں توڑے اُس کو جوڑو) "بالسلام" (سلام سے)۔

اُس کا اکرام کرنا، اُس کے لیے دعا کرنا، اُس کے لیے استغفار کرنا، اُس کی یعنی خوبیاں بیان کرنا، اُس کی زیارت کو جانا، میل ملن میں اُس کی طرف جانا، اور جو تمہیں محروم کرے اُسے دو، تعلیم سے جو منفعۃ آپ اُسے دے سکتے ہیں وہ دیں مال وغیرہ جو آپ دے سکتے ہیں وہ دیں، جو تم پر ظلم کرے اُس کو معاف کر دو چاہے وہ خون میں ہو مال میں ہو، عزت اور آبرو میں ہو، ان میں بعض واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں۔

حسن خلق کیا ہے یہاں پر چند چیزوں کا ذکر ہے:

"حسن اخلاق": آپ کا دوسروں کے ساتھ رہن سہن کیسے ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ اس میں آپ کے والدین بھی شامل ہیں، آپ کے قریبی رشتے دار دور کے رشتے دار، آپ کے جو دوست اور احباب ہیں، آپ کے جو پڑوسی ہیں اور عوام المسلمین جو ہیں یہ سب ان کے ساتھ آپ ٹچ (Touch) میں رہتے ہیں اُن کے ساتھ رہن سہن آپ کا ہوتا ہے، آپ کا برتاؤ کیسے ہوتا ہے ان کے ساتھ یہ متعین کرتا ہے کہ آپ کے اخلاق کیسے ہیں اچھے ہیں یا بُرے ہیں۔

تو حسن اخلاق اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق ہے بعض حقوق واجب ہیں بعض حقوق مستحب ہیں:

(۱) سب سے بڑا حق اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد والدین کا حق ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (النساء:36)

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (الاسراء:23)

تو یہ کیا ہے؟ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد بلکہ اپنے حق کے ساتھ جوڑا ہے ﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾: والدین ساتھ حسن سلوک کرنا والدین کے لیے خاص ہے۔

(۲) ﴿وَّبِذِي الْقُرْبٰى﴾ (النساء:36):

اور قریبی رشتے دار کے ساتھ آپ نے حسن سلوک کرنی ہے۔

لفظ احسان کا ہے یعنی برابر کا بدلہ نہیں ہو گا بدلے کی جگہ صلہ رحمی بھی ہے نہیں، مقابلہ نہیں ہوتا کہ آپ پیار سے بات کریں میں پیار سے بات کروں گا آپ پیار سے پیش آئیں میں بھی پیار سے پیش آؤں گا آپ ملو گے میں بھی ملوں گا، نہیں ایسے نہیں ہوتا یہ صلہ رحمی نہیں ہے اس کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ صلہ رحمی میں آپ جوڑتے ہیں جو آپ کو توڑتا ہے، آپ قریب ہوتے ہیں جو آپ کو دور کرتا ہے جو آپ سے دور ہوتا ہے کیونکہ آپ کا رشتے دار ہے۔ ہمارے والدین کون ہیں ہمارے بھائی بہن کون ہیں ہمارے رشتے دار کون ہیں ہمارا اختیار نہیں ہے اُس ربّ کریم کا اختیار ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کے اختیار کا احترام کرنا چاہیے قدر کرنی چاہیے اس لیے رشتے جوڑنے چاہیئں۔ اور کمال کی بات دیکھیں (سبحان اللہ) جو اللہ

تعالیٰ کے نیک اور پیارے ہوتے ہیں نا وہ اس پر عمل بھی بآسانی کرتے ہیں جبکہ کہنا بڑا آسان ہے، دیکھیں والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اُن سے غلطی زیادہ ہوتی ہے، بعض اوقات بہکی باتیں کرتے ہیں بعض اوقات الزام تراشی ہو جاتی ہے بعض اوقات گالی گلوچ ہوتی ہے، بڑی عمر میں تکلیفیں زیادہ ہوتی ہیں اُن کے پاس اس کا عذر موجود ہے نا، درد ہے دکھ ہے تکلیف ہے بیماریاں ہیں بہت سارے پیارے گزر چکے ہیں اُن کو مِس کرتے ہیں پریشان ہوتے ہیں، کئی بیماریاں لگی ہوتی ہیں دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب عمر رسیدہ انسان ہو جاتا ہے تو ﴿نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ (یس:68):

ہم اُسے اُلٹا کر دیتے ہیں یعنی بچپنا سا آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں والدین کے ساتھ حسن سلوکی سے پہلے کیا بیان کیا ہے؟

اُن کا عذر۔

﴿إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾﴾ (الاسراء:23)

کیا ہے یہ؟ کمال ہے واللہ! حسن سلوکی کیسے کرنی ہے، یہ تو سہی کیسے کرنی ہے ایسے کرنی ہے اس کی تفصیل بھی موجود ہے:

(۱) پہلے عذر ہے کہ بڑھاپے کی حالت میں پہنچیں گے: ﴿يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ﴾: تمہارے پاس۔

﴿عندكِ﴾: بیٹی کے نہیں بیٹی کی ذمہ داری نہیں ہے: ﴿عِندَكَ﴾: "أنت یا رجل": مرد ہو تم یہ تمہارے اوپر ذمہ داری ہے کہ تمہارے والدین تمہارے پاس ہوں گے جب بڑھاپے کی حالت میں پہنچیں گے کیونکہ اب وہ آپ کے محتاج ہیں اُن کو ضرورت ہے، پہلے آپ کو ضرورت تھی انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اب اُن کو ضرورت ہے تو آپ کے پاس ہونے چاہیئں۔

(۲) اُف تک نہیں کہنا؛ جھڑکنا بعد میں ہے جھڑکنا نہیں ہے سب سے مشکل تو اُف ہے نا؟! اُف یہ نہیں ہے صرف، باتیں کرتے آپ کے چہرے کی رنگت کا بدلنا ناگواری میں یہ بھی اُف ہے، نہیں نہیں والدین کے ساتھ نہیں چلے گا یہ۔ غلطی میں نصیحت اور چیز ہے لیکن بات میں دنیاوی اُمور کے لیے جھگڑے اکثر ہوتے ہیں، اللہ کے لیے ناراض ہونا الگ بات ہے تب بھی آپ نے بدتمیزی نہیں کرنی اُف وہاں پر بھی نہیں کہنا، نصیحت کا الگ طریقہ ہے۔

والدین کا درجہ بہت بلند ہے آپ ذرا نوٹ کریں قرآن مجید میں کہ:

- کیا نہیں کہنا ہے،
- کیا نہیں کرنا ہے،
- کیا کہنا ہے،
- کیا کرنا ہے۔

ترتیب دیکھی ہے آپ نے؟! کیونکہ انسان کی زبان زیادہ چلتی ہے تو کیا نہیں کہنا ہے؟ ﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ﴾:

کیا نہیں کرنا؟ جھڑکنا نہیں ہے۔ قول سے منع کیا عمل سے بھی منع کیا۔

کیا کہنا ہے یہ تو آخر میں ہے: ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ (الاسراء:24):

کیا کرنا ہے؟ آپ کے شفقت کے پَرا گرہیں تو وہ اُن پر ڈال دیں، انتا رحم و کرم اور شفقت کیونکہ آپ کے محتاج ہیں وہ اس حالت میں۔

﴿وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝۲۳﴾: سب سے بہترین الفاظ تول کر، چار الفاظ برابر کے سب سے الفاظ اچھے کون سے ہیں وہ استعمال کرو یہ قول کریم ہے (سبحان اللہ)؛ حسن سلوکی والدین سے صلہ رحمی ہے۔

آپ کے پڑوسی ہیں کیسے رہن سہن کرنا ہے؟ سب سے احسن طریقے سے یہ حسن اخلاق ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے رشتے دار ہیں میں جوڑتا ہوں وہ توڑتے ہیں، میں قریب ہوتا ہوں وہ مجھے دور کرتے ہیں میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اگر ایسا ہے جیسے آپ کہہ رہے ہیں گویا کہ آپ اُن کے منہ میں دھول (راکھ) پھونک رہے ہیں آپ ایسے رہیں جیسا کہ آپ ہیں (یعنی آپ صبر کریں اس پر) اللہ تعالیٰ خاص فرشتہ مقرر کرے گا جو آپ کی مدد کرتا رہے گا۔ خاص فرشتے نازل ہوتے ہیں مدد کے لیے! (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو خلق عظیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصف کیا ہے وہ دین جامع ہے ہر اُس چیز کا جس کا اللہ تعالیٰ نے مطلقاً حکم دیا ہے جیسا کہ مجاہد وغیرہ کا قول ہے قرآن کی تاویل۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم المؤمنین سے پوچھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے تو فرماتی ہیں:

"كان خلقه القرآن" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق قرآن مجید تھے (یعنی چلتے پھرتے قرآن مجید تھے، سبحان اللہ)؛ اور حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اُس کی طرف زیادہ اور جلدی سے پہنچنا "بطيب نفس وانشراح صدر": اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرنا طیبِ نفس سے چاہت کے ساتھ رغبت کے ساتھ اور انشراح صدر کے ساتھ (کشادہ سینے کے ساتھ)۔ یعنی کوئی بہت بوجھ بار نہ سمجھیں۔

کچھ لوگ نماز پڑھتے ہیں بڑی بھاری پڑتی ہے کہ نماز پھر پڑھنی ہے، پھر آذان ہوگئی ہے پھر جانا پڑے گا، روزے آرہے ہیں رمضان میں بڑا مشکل ہے اب روزے رکھنے پڑیں گے اتنے گھنٹے بھوک پیاس برداشت کرنی پڑے گی! بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بوجھ ہے عبادت، نہیں واللہ! کچھ لوگ انتظار کرتے ہیں واللہ! دل مساجد میں اُن کے لٹکے ہوئے ہیں، باہر نکلتے ہیں دل چھوڑ کر آتے ہیں مساجد میں اس لیے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے جب کوئی سایہ نہیں ہوگا یہ اُن سات (7) میں سے ہیں۔

تو عبادت ہمیشہ رغبت کے ساتھ انشراح صدر کے ساتھ قبول کی جاتی ہے۔

پھر فرماتے ہیں: اور اس تمام کا بیان جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وصیت میں ہے اسے تقویٰ کہتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اُس کی تعمیل کرنی چاہیے واجب ہو یا مستحب ہو اور جس سے منع فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اُس سے رُک جانا ہے چاہے حرام ہو یا مکروہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کو جمع کردیتا ہے یعنی تقویٰ کا لفظ جو ہے اس میں یہ سب شامل ہے، اور جب بعض اوقات تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کی خشیت عذاب سے ڈرنا ہے جو گناہوں سے رُکنے کے لیے بیان کیے جاتے ہیں تو سیدنا معاذ کی حدیث میں اسے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے (جیسے گزر چکا ہے)۔

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی جو ترمذی نے روایت کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ:

"يَا رَسُولَ اللهِ! مَا أَكْثَرُ مَا يُدخِلُ النَّاسَ الجَنَّةَ؟"(وہ کون سی چیز ہے جو سب سے زیادہ جنت میں داخل کرتی ہے؟)، فرماتے ہیں: "تَقوَى اللهِ وَحُسنُ الخُلُق"(واضح ہے تقوی اللہ وحسن الخلق)"قِيل: مَا أَكثَرُ مَا يُدخِلُ النَّاسَ النَّارَ؟"(سب سے زیادہ لوگوں کو وہ کون سی چیز ہے جو جہنم میں داخل کورتی ہے؟) "قَالَ: الأَجوَفَانِ"(دونوں کھوکھلی چیزیں)، کیا ہیں؟"الفَمُ وَالفَرجُ"(منہ اور شرمگاہ)۔

زیادہ تر گناہ زبان سے ہوتے ہیں؛ دیکھیں جھوٹ غیبت چغل خوری شرک بدعات جو قولی ہوتی ہیں یہ سب کیا ہیں؟ یہ زبان کے گناہ ہیں اور زبان زیادہ چلتی ہے۔ اور شرمگاہ، زناکاری بدکاری جو ہیں یہ سب سے زیادہ انسان کی شہوتیں ان ہی گناہوں پر زیادہ تر ہو جاتی ہیں۔

"وفي "الصحيح" عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أَكْمَلُ الْمُؤمِنِينَ إِيمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً"(الصحیح سے مراد یہاں پر صحیح حدیث میں ہے، یہ روایت جو ہے صحیح بخاری کی نہیں ہے کیونکہ عام طور پر جب کوئی عالم کہتا ہے "في الصحيح" تو صحیح بخاری سب سے پہلے ذہن میں آتا ہے، یا بعض علماء صحیح مسلم کو "الصحيح" کہتے ہیں؛ یہ حدیث ترمذی کی حدیث ہے اور الصحیح سے مراد "في الحديث الصحيح" مقصد یہ ہے، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"أَكْمَلُ الْمُؤمِنِينَ إِيمَاناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً"

(مومنوں میں سے سب سے زیادہ کامل ایمان اُس کا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخلاق کو کس چیز سے جوڑا ہے؟ بلند اخلاق یعنی بلند ایمان، جتنا ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی انسان کے اخلاق بہتر ہوں گے اور عمدہ ہوں گے اور جتنا انسان کا ایمان کمزور ہوگا اتنا ہی اخلاق اس کے کمزور ہوں گے۔

اور "كمالِ حسنِ الخُلق" ہے اور یہ معلوم ہے کہ ایمان سارے کا سارا اللہ تعالی کا تقویٰ ہی ہے۔

تو ایمان اللہ تعالی کا تقویٰ ہے اور ایمان کے جتنے شعبے بھی ہیں سب اللہ تعالی کا تقویٰ ہیں جیسے حدیث میں ایمان کے ساٹھ سے زیادہ یا ستّر سے زیادہ شعبے ہیں (صحیح بخاری کی حدیث میں) یہ تمام شعبے جو ہیں وہ اللہ تعالی کا تقویٰ ہیں۔

پھر اصول التقویٰ اور فروع کی تفصیل شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جگہ نہیں ہے کہ میں بیان کروں کیونکہ دین سارے کا سارا تقویٰ ہی ہے اور ہر خیر کے اصل ینبوع جو ہیں (Source جو ہے) وہ تقویٰ ہے اور اس میں جو بنیاد ہے اس تقویٰ کی اخلاص ہے، اخلاص بنیاد ہے تقویٰ کی کہ بندہ اپنے ربّ کے ساتھ جو ہے مخلص ہو اور اپنے ربّ سے مدد بھی طلب کرتا رہے کیونکہ اخلاص پر قائم رہنا دین پر قائم رہنا تقویٰ پر قائم رہنا حسن اخلاق پر قائم رہنے کے لیے اللہ تعالی کی مدد بہت ضروری ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝٤﴾ (الفاتحة:4)

(اللہ تعالی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں)

صیغۃ الحصر ہے کہ:

(۱)عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے توحید عبادت ہے۔

(۲)اور استعانت مدد صرف اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بھی توحید عبادت ہے۔

اور یہ قرآن مجید کی بنیادی پیغام ہے، سورۃ الفاتحہ کا بنیادی پیغام اور تمام پورے قرآن مجید کا بنیادی پیغام یہی ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۞﴾: یہ برابر ہے لاالہ إلا اللہ کے مفہوم کے۔

جو صحیح معنی ہے لاالہ إلا اللہ کا "لا معبود بحق إلَّا الله" اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا کوئی برحق معبود نہیں ہے کہاں سے ہمیں ملے گا؟ قرآن مجید میں کئی آیات میں اور سورۃ الفاتحہ کی جان اور بنیادی پیغام یہی ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۞﴾۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ ھود میں:

﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (ھود:123)

(اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھو)

اور سورۃ العنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللهِ الرِّزْقَ﴾

(اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق کو تلاش کرو)

﴿وَاعْبُدُوهُ﴾

(اور اسی کی عبادت کرو)

﴿وَاشْكُرُوا لَهُ﴾

(اور اسی کے لیے شکر ادا کرتے رہو) (العنکبوت:17)

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ بندہ اپنے دل کا تعلق اپنے ربّ کے ساتھ جوڑ دیتا ہے اور مخلوق سے اسے قطع کر دیتا ہے اور بندوں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے فائدہ جو ہے نہیں چاہتا اور نہ ہی اُن کے لیے کوئی کام کرتا ہے اس کی تمام ہمت اپنے ربّ کے لیے ہوتی ہے اور دعا کو لازم پکڑ لیتا ہے دعا کرتا رہتا ہے ہر اس کے معاملے میں چاہے فاقہ ہو حاجت ہو یا کسی چیز کا خوف یا ڈر ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو تو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مانگتا رہتا ہے اور ہر اس چیز پر عمل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو اور جس نے اس چیز کو محکم طریقے سے لازم پکڑ لیا ہے تو ان شاء اللہ اس کی جو عاقبت ہے بہت بہتر ہو گی اور اسے کسی چیز کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔

تو یہ پہلا حصہ ہے اس وصیت کا چھوٹا سا وقفہ لیتے ہیں یہاں پر باقی اگلی جو تین چیزیں باقی ہیں سب سے لمبی جو وصیت کی جان ہے وہ یہی چیزیں تھیں تو دین اور دنیا کیسے بہتر ہو ابھی تک اس پر بات ہوئی ہے:

(۱) دین اور دنیا کی بہتری کے لیے تقویٰ ہے۔

(۲) اور گناہ اگر ہو جاتے ہیں تو فوراً نیکیاں کرکے مٹادیں۔

(۳) اور حسن اخلاق سے لوگوں کے ساتھ پیش آؤ۔

یہ مختصر سا خلاصہ ہے کہ انسان اپنے دین اور دنیا کو کیسے بہتر کر سکتا ہے، اب جو اگلے تین سوالات تھے جو انہوں نے کیے ہیں ان شاءاللہ دوسری نشست میں اُن پر بات کرتے ہیں (واللہ اعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو 01.الوَصِيَّةُ الصُّغْرَى (حصہ اوّل) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio